باب پنجم

حسنِ معاملات و معاشرت

الف۔ سُود کی حرمت

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- سُود کے معنی اور مفہوم اور اس کی اقسام جان سکیں۔
- قرآن وسنّت کی روشنی میں سود کی حرمت کے احکام جان سکیں۔
- سُودی لین دین کے احکام و مسائل سمجھ سکیں۔
- سودی معاملات سے بچ کر دیگر اسلامی کاروباری ذرائع کے استعمال کا موازنہ کر سکیں۔
- سُود کے انفرادی، اجتماعی نقصانات دینی اور دنیاوی نقصانات اور مضر اثرات کا تجزیہ کر سکیں۔

صلاحیت

- سُود کی حرمت اور قرضِ حسنہ کی ترغیب کو سمجھ کر روزمرہ زندگی کو اس کے مطابق ڈھال سکیں۔
- سُودی لین دین سے ممانعت کی حکمت اور احکام و مسائل سمجھ کر اس سے نفرت اور گریز کرنے والے بن سکیں۔

سُود کا معنی و مفہوم

سُود کو عربی میں ربا کہتے ہیں۔ جس کے لغوی معنی زیادتی، بڑھوتری اور بلندی کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں "ربا" سے مراد قرض پر وہ اضافہ ہے، جو قرض دینے والا قرض لینے والے سے ایک مقررہ مدت کے بدلے میں اصل رقم سے زیادہ وصول کرتا ہے۔ قرض کی مدت اور سُود دونوں متعین ہوتے ہیں اور قرض کی واپسی کی مہلت بڑھانے پر سود میں بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کی مختلف شکلیں اور نام ہیں۔ لیکن اس میں اصل یہ ہے کہ قرض دینے والا قرض کی رقم کو اس شرط پر ایک خاص مدت تک استعمال کی اجازت دیتا ہے کہ اس کے بدلے میں وہ ایک مقررہ شرح سے قرض دار سے منافع وصول کرے گا۔ شریعت میں قرض پر ہر زیادتی کو ربا نہیں کہتے، بلکہ وہ زیادتی جس میں شرط شامل ہو وہ "ربا" کہلاتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر شرط نہ رکھی جائے اور قرض واپس کرتے وقت قرض لینے والا اپنی خوشی سے کوئی رقم یا چیز اضافہ کر کے قرض دینے والے کو دے، تو اسے سود نہیں کہیں گے۔

قرضِ حسنہ کا مفہوم

قرضِ حسنہ کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی کسی ضرورت مند اور تنگ دست کو اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ایسا قرض دے جس کے بدلے میں کوئی زائد رقم یا منافع حاصل کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ اگر قرض دار وقت پر قرض واپس نہ کر سکے تو قرض کی ادائی کی مدت کو اس وقت تک بڑھا دیا جائے، جب تک وہ آسانی سے قرض واپس کرنے کے قابل نہ ہو جائے یا اسے قرض معاف کر دیا جائے۔ یہ آخری صورت یعنی قرض معاف کرنا، ہی دراصل قرضِ حسنہ کی روح ہے۔ قرضِ حسنہ کی اس کیفیت کو سُود کا متضاد قرار دیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم اور ارشادات رسول مکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ کَرِیْمٌ (الحدید: 11)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے تو (اللہ) اِس کو اُس کے لیے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اُس کے لیے عزّت والا اجر ہے۔

قرض دار اگر قرض واپس کرنے کے قابل نہ ہو تو قرآن حکیم اسے مہلت دینے اور معاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد ہے:

وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرة: 280)

ترجمہ: اور اگر (مقروض) تنگدست ہو تو اُسے خوش حال ہونے تک مہلت دو اور اگر تم (قرض معاف کر کے) صدقہ ہی کر دو (یہ) تمھارے لیے (زیادہ) بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

سُود کی اقسام

سُود کی دو بڑی اقسام ہیں ۱۔ ربا مرکب ۲۔ ربا الفضل

۱۔ ربا مرکب سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو روپیا یا کوئی جنس قرض دے اور ایک مدت طے کر لے کہ اتنی مدت کے بعد اتنے اضافہ کے ساتھ واپس کرنی ہے۔ مثلاً ایک آدمی دوسرے کو ایک لاکھ روپے ایک سال کے لیے ادھار دیتا ہے اور شرط یہ لگاتا ہے کہ جب ایک سال بعد قرض واپس کیا جائے گا تو ایک لاکھ بیس ہزار روپے واپس کرنا ہوں گے اور اگر قرض دار دو مہینے یا چھ مہینے کی مزید مہلت مانگے تو رقم کو ایک لاکھ 30 ہزار کر دیا جائے۔ اسے سود مرکب کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک من گندم ادھار لی اور چھ ماہ کے بعد ایک من اور دس کلو واپس کرنی ہو تو یہ بھی اسی قسم کا سود ہے۔ شریعت میں یہ قطعی طور پر حرام ہے۔

۲۔ ربا الفضل سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی جنس کا آپس میں اس طرح تبادلہ کیا جائے کہ ان میں سے ایک کی مقدار دوسری سے کم یا زیادہ ہو یا دو ہم جنس چیزوں کا تبادلہ دست بدست نہ کیا جائے بلکہ ان میں سے ایک چیز آج ادا کی جائے اور اس کا بدلہ مدت کے بعد ادا کیا جائے۔ اگر مقدار میں فرق ہو گا تو وہ سُود کہلائے گا، اسے ربا الفضل کہتے ہیں۔ مثلاً سونے کے بدلے میں سونا، گندم کے بدلے میں گندم اور اسی طرح دیگر اشیاء کا تبادلہ برابر مقدار میں ہونا چاہیے۔ نبی مکرم ﷺ نے ایک ہی جنس کی اشیاء کے غیر مساوی تبادلے سے منع فرمایا ہے۔

قرآن حکیم میں سُودی لین دین کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے سُود کو حرام قرار دیا ہے اور سُود لینے سے منع فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرة: 275)

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی سُود ہی کی مانند ہے حالاں کہ اللہ نے تجارت کو حلال فرمایا ہے اور سُود کو حرام کیا ہے۔

اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو سُود کی وصولی ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (البقرة:278)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو سود (کسی کے ذمے) باقی رہ گیا ہے اگر تم (سچے) مومن ہو۔

احادیث میں سُودی لین دین کی ممانعت

بہت ساری احادیث میں نبی پاک ﷺ سے سُود کے گناہ کی شدت اور اُس کے حرام ہونے کے احکامات نقل ہوئے ہیں، جن میں سے دو احادیث کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سُود کے کھانے والے، کھلانے والے، سُود کے لین دین کی تحریر لکھنے والے اور گواہی دینے والے، سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح مسلم: 1598)

۲۔ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے سُود کی تمام رقم کو معاف فرما دیا اور سودی لین دین کو ہمیشہ کے لیے کالعدم قرار دے دیا۔ ان معاف شدہ اور کالعدم رقوم میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی لوگوں کے ذمہ واجب الادا رقوم بھی شامل تھیں۔ (صحیح بخاری: 2068)

سُود خوری کا انجام

اللہ تعالیٰ نے سُود کا کاروبار کرنے والوں کو سُود ترک کرنے کا حکم دیا ہے اور ایسا نہ کرنے پر انھیں اس دنیا میں بھی وعید سنائی ہے اور آخرت میں بھی سخت عذاب سے ڈرایا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

> ترجمہ: جو لوگ سُود کھاتے ہیں وہ (روزِ قیامت) کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر پاگل کر دیا ہو۔ (البقرة:275)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کو جنگ کی دھمکی دیتے ہوئے فرمایا ہے:

> ترجمہ: پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اُس کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو اور اگر تم توبہ کر لو تو تم اپنے اصل مال کے حق دار ہو نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ (البقرة:279)

سُود کے انفرادی و اجتماعی نقصانات

سُود کے انفرادی و اجتماعی، معاشی و اخلاقی نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ ذیل میں اس کے چند نقصانات کا ذکر مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔

۱۔ حرص کی انتہا:

سُودی شخص کو مفت خوری کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اس میں اتنی حرص پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ زندگی کو روپے پیسے اور مال کے حساب سے ناپتا اور تولتا ہے۔ انسانی وقار اور تکریم اس کے نزدیک قدر کھو دیتے ہیں اور وہ صلہ رحمی اور رشتوں کی پہچان سے عاری ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے جنگ کے نتائج

اخباری اطلاعات کے مطابق پاکستان کے مالی سال (2020-2021) میں قرضوں پر "3052" ارب روپے سُود ادا کیا گیا۔ جبکہ دفاع، تعلیم اور صحت کے لیے مجموعی طور پر 1420 ارب روپے خرچ کیے گئے۔

۲۔ محنت کی ناقدری :

سُودی نظام میں انسانی محنت کی کوئی قدر نہیں ہوتی جبکہ اسلام محنت کشوں و مزدوروں کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے محنت کش کو اس کی مزدوری، اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔(ابن ماجہ : 2443) کیونکہ اصل میں معیشت کا انحصار اسی پر ہے۔ لیکن سودی نظام میں محنت کے بجائے سرمائے کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے جس سے مزدور کے حقوق سلب ہو جاتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر اس کا محنت کرنے سے دل بھر جاتا ہے کیونکہ اس کی ساری کمائی سُود خور سرمایہ دار لے جاتا ہے۔

۳۔ فطرت کے خلاف:

قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مشقت میں پیدا فرمایا ہے (سورۃ البلد: 4)۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ دنیا دار العمل ہے، یہاں سب کو محنت کرنی چاہیے۔ جو آدمی محنت نہیں کرتا وہ کسی اور کی کمائی پر پلتا ہے۔ سود خور کا معاملہ بھی ایسا ہے، اسے بے مشقت وسیع روزی حاصل ہوتی ہے، اس لیے اسے رزق کی قدر نہیں ہوتی۔ اس سے ایک شخص کے پاس مال و دولت کی ریل پیل ہو جاتی ہے اور دوسرے آدمی کو مشقت کرنے کے باوجود بھی پیٹ بھر روزی میسر نہیں آتی۔

۴۔ دولت کا ارتکاز:

سُود سے سرمایہ دار کے پاس سرمایہ جمع ہو جاتا ہے اور وہ خرچ نہیں کرتا، جس سے دولت کی گردش رک جاتی ہے اور معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ ضرورت کی اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور عام آدمی اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے سخت مشقت میں پڑ جاتا ہے۔ تجارت ایسی چیز ہے جس میں کبھی نفع ہوتا ہے تو کبھی نقصان ہوتا ہے لیکن سود خور ہمیشہ نفع حاصل کرتا ہے اور کسی نقصان کو برداشت کرنے میں شریک نہیں ہوتا۔ تاجر اپنے کاروبار کو بچانے کے لیے قرض لینے پر مجبور ہوتا ہے اور پھر سُود اور قرض ادا کرنے کے لیے وہ بھی بے ایمانی پر اتر آتا ہے اور ضرورت کی اشیاء کا معیار گرا دیتا ہے۔ اس طرح دھوکا دہی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ سودی کاروبار سے انفرادی نقصانات کے علاوہ ملک کی معیشت بھی سخت امتحان سے دوچار ہو جاتی ہے، جیسا کہ اب پاکستان سمیت دنیا کے مقروض ممالک کا حال ہو چکا ہے۔ ہر سال ملکی بجٹ کا بہت بڑا حصہ سُود کی ادائی میں خرچ ہو جاتا ہے۔

قرآنی حکمت

سُودی کاروبار سے بظاہر سرمایہ زیادہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دراصل سُود سے سرمایہ کم ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے۔

ترجمہ: اللہ سُود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا۔ (البقرۃ: 276)

انسانی زندگی کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ سُود خوری سے اجتماعی معیشت سکڑتی ہے اور انسانوں کے رزق میں کمی آتی ہے جبکہ دولت صرف چند افراد کے پاس اکٹھی ہو جاتی ہے، جسے وہ خود بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی حکمت سمجھ میں آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سُود کو سختی سے منع فرمایا ہے۔ ہمیں مسلمان ہونے کے ناتے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع بنانا چاہیے۔ ہماری قومی زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ سُود کے بہت زیادہ نقصانات ہوتے ہیں۔ ہم سب بحیثیت قوم اور ہماری حکومتیں بھی اس بات میں ناکام رہی ہیں کہ ملک کی معیشت کو سُود سے پاک اصولوں پر استوار کر سکیں۔ انفرادی طور پر بھی ہم میں سے بہت سے لوگ سُودی کاروباروں میں ملوث ہیں مثلاً بولی والی کمیٹی میں حصہ لینا یا سودی بینکوں میں فکس ماہانہ یا سالانہ منافع پر پیسے جمع کروانا سُود کی مختلف صورتیں ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں اور ان سے جنگ سے باز آجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے تجارت اور کاروبار کو حلال قرار دیا ہے۔ بہت سارے لوگ شراکت اور مضاربت پر کاروبار کر رہے ہیں اور ان کے کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے۔ شراکت سے مراد دو یا دو سے زیادہ افراد کا سرمایہ اکٹھا کر کے مشترکہ نفع و نقصان کی بنیاد پر کاروبار کرنا ہے یا دو کاریگروں کا مل کر مزدوری کرنا یا کام کا ٹھیکا حاصل کرنا اور اس کی آمدن کو برابر تقسیم کر لینا ہے۔ اسی طرح مضاربت میں ایک شخص سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا شخص اپنا وقت اور محنت لگاتا ہے اور اس کاروبار سے ہونے والا منافع برابر تقسیم کر لیا جاتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے انسان کے ہاتھ کی کمائی اور ہر صحیح خرید و فروخت کو بہترین کمائی قرار دیا ہے (مسند احمد: 17265)۔ ہمیں چاہیے کہ ہم کاروبار کے حلال طریقوں کو سمجھیں اور ان کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی معیشت کو استوار کریں۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

۱۔ ربا کے معنی ہیں:

الف۔ قرض　　ب۔ اضافہ　　ج۔ منافع　　د۔ سُود

۲۔ اگر ایک ہی جنس کی چیزوں کا تبادلہ کیا جائے اور ان کی مقدار میں فرق ہو تو اسے کہتے ہیں:

الف۔ ربا حرام　　ب۔ ربا مرکب　　ج۔ ربا الفضل　　د۔ سودی اضافہ

۳۔ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی لوگوں کے ذمہ سود کی ادائیگیاں معاف فرمائیں، ان میں شامل تھیں۔

الف۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی رقوم　　ب۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ادائیاں

ج۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سودی رقوم　　د۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ادائیاں

۴۔ سودی نظام میں کوئی قدر نہیں ہوتی:

الف۔ پیسوں کی　　ب۔ کاروبار کی　　ج۔ محنت کی　　د۔ شراکت کی

۵۔ سُودخوری کے نتیجے میں اجتماعی معیشت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

الف۔ سکڑتی ہے　　ب۔ پھیلتی ہے　　ج۔ ترقی کرتی ہے　　د۔ بڑھتی ہے

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ قرضِ حسنہ سے کیا مراد ہے، وضاحت کریں۔

۲۔ شراکت سے کیا مراد ہے اور اس طرح کاروبار جائز ہے یا ناجائز؟

۳۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُود کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟

۴۔ معاشرے میں رائج سودی کاروبار کی کون کون سی شکلیں ہیں؟ کوئی سی دو اقسام کے نام لکھیں۔

۵۔ مضاربت سے کیا مراد ہے؟

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ سُود کا معنی و مفہوم کیا ہے، اس کی اقسام کی مثالوں سے وضاحت کریں۔

۲۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں سُود کی حرمت بیان کریں۔

۳۔ سُود خوری معاشرے کو کس طرح تباہ کرتی ہے، تفصیلی نوٹ لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- قرضِ حسنہ اور سُود کے متعلق آیات قرآنی کا الگ الگ چارٹ بنا کر جماعت کے سرے سے آویزاں کریں۔
- پاکستان میں اسلامی بینکاری نظام کے متعلق اپنے استاد سے سوال کریں اور انٹرنیٹ پر گوگل اور دوسرے سرچ انجن کی مدد سے تلاش کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- موجودہ دور میں سُود کی مختلف صورتوں کی فہرست بنوائی جائے۔
- جائز کاروبار اور تجارت کے طریقوں پر جماعت کی رہنمائی کریں۔

ب۔ اسلامی ریاست

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

قرآن و سنّت کی روشنی میں اسلامی ریاست کے قیام، اغراض و مقاصد اور اس کے دائرہ کار کو جان کر فلاحی ریاست کے ذمہ دار شہری بن سکیں۔

علم

- اسلامی ریاست کے معنی اور مفہوم جان سکیں۔
- قرآن و سنّت کی روشنی میں اسلامی ریاست کے اغراض و مقاصد جان سکیں۔
- یہ سمجھ سکیں کہ اسلامی ریاست اصل میں فلاحی ریاست ہوتی ہے۔
- اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق کو سمجھ سکیں۔
- اسلامی ریاست میں افراد کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- اسلامی ریاست کے اصولوں کو سمجھتے ہوئے ایک مثالی شہری بن سکیں۔
- ریاست کے قوانین کو جانتے ہوئے اپنے حقوق و فرائض سے آگاہ ہو سکیں۔
- اسلامی ریاست کی خصوصیات کو جانتے ہوئے مملکت خداداد پاکستان کو ایک مثالی فلاحی اسلامی ریاست بنانے کے لیے اپنا کردار ادا سکیں۔

ریاست کا مفہوم

ریاست کی اصطلاح عربی زبان کے لفظ "رأس" سے ماخوذ ہے، رئیس کے معنی سردار یا سربراہ کے ہیں۔ انگریزی زبان میں ریاست کا مترادف لفظ سٹیٹ (STATE) ہے۔ یہ کسی خاص علاقہ میں رہنے والے افراد کی بیرونی محکومی سے آزاد ایسی سیاسی تنظیم ہے، جو اپنے اقتدار اعلیٰ کو اپنی حکومت کے ذریعے سے نافذ کرے۔ یعنی اس میں آبادی، علاقہ، حکومت، آزادی اور اقتدار اعلیٰ بنیادی عناصر ہیں۔

> ریاست میں اقتدار اعلیٰ ایسی قوت ہے جو ریاست کے تمام اختیارات کا منبع ہے۔ یہ ایسی طاقت ہے جس کی مرضی کے خلاف کوئی قانون نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ زمانے کی اکثر جمہوری ریاستوں میں اقتدار اعلیٰ کا مالک عوام کو سمجھا جاتا ہے۔

اسلامی ریاست کا معنی و مفہوم

اسلامی ریاست سے مراد ایسی ریاست ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو اور وہ اپنی زندگیاں اسلام کے دیے ہوئے قانون شریعت کی روشنی میں گزارنے کے لیے ایک فلاحی نظام قائم کریں۔ اسلامی ریاست میں حکومت اپنے اختیار کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی سنت کی روشنی میں استعمال کرنے کی پابند ہے۔ اسلامی ریاست کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اقتدار اعلیٰ عوام کی اکثریت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ ریاست مدینہ سب سے پہلی اسلامی ریاست تھی۔ آج بھی اسلامی ریاست اسی نمونہ پر قائم ہونی چاہیے۔

اسلامی ریاست کے اغراض و مقاصد

اسلامی ریاست کے قیام کا بنیادی مقصد اس نظام کو وجود میں لانا ہے، جو اسلام نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے پیش کیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا مقصد ہے، جس کے ساتھ کچھ دیگر مقاصد وجود میں آتے ہیں، جن کا مختصر تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے:

ا۔ حاکمیت الٰہیہ کا قیام:

اسلامی ریاست کے قیام کا سب سے اولین مقصد اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرنا ہے۔ اسلامی عقیدہ کی رو سے اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا خالق و مالک اور بادشاہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسی ریاست وجود میں لائی جائے جہاں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی قانون نافذ نہ کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ (یوسف:40) ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ صرف اللہ کا حکم (چلتا) ہے۔

۲۔ نظامِ عدل کا قیام :

ریاست اسلامی کے قیام کا اہم مقصد نظام عدل کا قیام اور ظلم و ناانصافی کا خاتمہ ہے۔ انسانوں کے درمیان تنازعات جنم لیتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تنازعات میں کمزور کو طاقتور کے جبر اور ظلم سے بچایا جائے۔ اس کے لیے قرآن و سنت کے قوانین پر عمل درآمد کروانا، اسلامی ریاست کا بنیادی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا۔ ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے (النحل:۹۰) ایک مشہور قول ہے کہ ملک کفر کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے مگر ظلم کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا۔ نظام عدل کے قیام میں بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ اور ظلم کا خاتمہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۳۔ نیابتی حکومتی نظام:

انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور اس کی مرضی کا تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی بندگی و عبادت اور اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو زمین پر نافذ کرنے کے لیے ایک حکومت کے قیام کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی کوئی بھی ظاہری صورت ہو سکتی ہے، مثلاً جمہوریت، بادشاہت یا خلافت۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ نماز و زکوٰۃ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نظام قائم کرے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (الحج:41)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

نماز کا نظام قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور انسانی مساوات و اجتماعیت کا ایک پورا معاشرتی ڈھانچا وجود میں آتا ہے۔ نظام زکوٰۃ قائم کرنے سے غریبوں کی کفالت کے لیے مکمل معاشی نظام وجود میں آتا ہے جس سے کمزوروں، مفلسوں، بیماروں اور ضعیفوں کی ضروریات کی کفالت ہوتی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مراد اچھائی کا حکم دینا اور برائی کو روکنا ہے، تاہم اس میں ہر اس جائز اور حلال کام کا فروغ دینا شامل ہے جس سے معاشرہ ترقی کرے اور ہر اس برائی کی بیخ کنی کرنا بھی شامل ہے، جس سے معاشرہ کی نشوونما رکتی ہے۔

فلاحی ریاست کی خصوصیات

فلاحی ریاست کی دو اہم خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ عوام کی سہولت کے لیے رفاہِ عامہ کے کام کرتی ہے جس میں پانی کی بہم رسانی کا نظام، سڑکوں، پلوں، ہسپتالوں، مدرسوں، پناہ گاہوں، تفریح گاہوں کی تعمیر اور رابطے کے لیے مواصلات کے نظام کی بہتری شامل ہے، جس سے عوام

الناس کو سہولت ہوتی ہے۔ فلاحی ریاست کی دوسری اہم خوبی ناداروں، محتاجوں، غریبوں اور بیماروں کو خوراک، رہائش، ادویات مہیا کرنا اور آفات سے تحفظ دینا ہے۔ لاوارثوں کی سرپرستی اور قرض داروں کا قرض ادا کرنا بھی فلاحی ریاست کے اہم فرائض میں شامل ہے۔

اسلامی ریاست کی اہم خصوصیات

اسلامی ریاست ایک فلاحی ریاست ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ درست ہے کہ فلاحی ریاست کا اصل تصور اسلامی ریاست کی ہی دین ہے۔ اسلام میں زکوٰۃ کے مصارف پر نظر ڈالی جائے، تو اسلام کے فلاحی کاموں کے دائرہ کی وسعت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کا کوئی سرپرست نہ ہو، اس کی سرپرست حکومت ہے۔ سیرت طیبہ کا عمومی اور خاص طور پر مدنی دور کا مطالعہ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادوار حکومت کا مطالعہ کرنے سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ اسلامی ریاست لوگوں کی فلاح و بہبود اور ان کی اجتماعی و انفرادی ضروریات کی کفالت کی ذمہ داری ادا کرتی ہے۔ لوگوں کے جان و مال کے تحفظ، امن عامہ قائم کرنے اور لوگوں کی آبادکاری اور روزگار کے وسائل کی فراہمی کا بندوبست اسلامی ریاست کے اہم فرائض میں شمار ہوتا ہے۔ میثاق مدینہ کی بہت سی دفعات میں لوگوں کے معاشرتی اور معاشی انتظام کو برقرار رکھنے اور فروغ دینے کا بندوبست کیا گیا ہے، جس میں اجتماعی انشورنس کے طرز پر دیت کی ادائی کو یقینی بنانا شامل ہے۔ اسی طرح مہاجرین کی آبادکاری کے لیے مؤاخات کا انتظام بھی اسلامی ریاست کی اہم ذمہ داری کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے مسلمانوں کے لیے الگ بازار قائم فرمایا اور اس کا خود معائنہ فرمایا کرتے تھے اور اس پر نگران بھی مقرر کیے ہوئے تھے تاکہ لوگوں کے مفادات کا تحفظ کیا جا سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہم کا اپنی کمر پر آٹے کی بوری لاد کر شہر مدینہ کے باہر ایک دیہاتی کے خیمہ تک پہنچانے کا واقعہ مشہور ہے۔ اسی طرح راتوں کو گشت کر کے رعایا کے حال احوال کی خبر گیری کرنے سے اسلامی فلاحی ریاست کی اہم خصوصیات اجاگر ہوتی ہیں۔

اسلامی ریاست کے اہم اصول

اسلامی ریاست کچھ اہم اصولوں پر قائم ہوتی ہے، جن کا ذکر مختلف کتب میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔ ان ہی اصولوں کا خلاصہ پاکستان کے دستور کی تیاری کی بنیاد فراہم کرنے کے لیے علماء نے اپنے مشہور بائیس (۲۲) متفقہ نکات کی صورت میں پیش کیا تھا، جن کا خلاصہ ذیل میں درج ہے:

- اقتدارِ اعلیٰ کی مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہی قانون ساز ہے اور اس کی شریعت کے خلاف اسلامی ریاست میں کوئی قانون نہیں بنایا جا سکتا۔
- مسلمان اللہ تعالیٰ کی خلافت اور نیابت میں ریاست قائم کرتے ہیں اور اپنے میں سے کسی بہتر شخص کو امیر منتخب کر کے اس کی اطاعت کرنے کے پابند ہیں۔ اسلامی ریاست کے امور باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں، کیونکہ قرآن نے اس کا حکم دے رکھا ہے۔ انفرادی و اجتماعی عبادتوں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔
- تمام انسانوں کو بلا امتیاز رنگ و نسل، قبیلے اور جنس کے مساوی سمجھا جاتا ہے اور بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جاتا ہے۔ حکمران اور ریاست کے کارندے بھی عوام کی طرح قانون کے تابع ہوتے ہیں۔
- ریاست رعایا کی بنیادی ضروریات کی کفیل ہوتی ہے۔ خاص طور پر محروم طبقات کے لیے بنیادی ضروریات کی دستیابی کو یقینی بناتی ہے۔
- اسلامی ریاست رعایا کی سیاسی، مذہبی اور معاشی آزادی کا تحفظ کرتی ہے اور ہر طرح کی عصبیتوں سے پاک ہو کر سب کو ترقی کے یکساں مواقع فراہم کرتی ہے۔

- اسلامی ریاست پر امن بقائے باہمی پر یقین رکھتی ہے، تاہم ممکنہ جارحیت کی صورت میں دفاع کی بھرپور تیاری کرتی ہے اور جہاد کے لیے تیار رہتی ہے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق

ایک اسلامی مملکت میں غیر مسلم رعایا کو تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ تحفظ کے وسیع دائرے میں جو حقوق انھیں حاصل ہوتے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ **مذہبی آزادی:** اسلامی ریاست میں بسنے والے ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ حکومت یا کوئی گروہ کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ قرآن حکیم میں ہے۔ ترجمہ: دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے (البقرۃ:256)۔ اسی طرح مذہبی اقلیتوں کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ ان کے مذہب کی توہین نہ کی جائے : قرآن مجید فرماتا ہے۔ ترجمہ: اور جنھیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں اُنھیں بُرا مت کہو۔ (الانعام:108)۔

۲۔ **جان، مال اور عزت کی حفاظت:** اسلامی ریاست اقلیتوں کی جان، مال اور عزت کے تحفظ کی اتنی ہی ذمہ دار ہے جتنی مسلمانوں کے جان و مال کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان نے ایک ذمی (غیر مسلم اقلیتی رکن) کو بلا عذر قتل کر دیا تھا، تو قصاص میں مسلمان قاتل کو قتل کیا گیا۔ اسی طرح اسلامی حکومت ذمیوں کی عزت کی بھی محافظ ہے۔ غیر مسلم رعایا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کا خون ہمارے خون کی طرح ہے۔

۳۔ **قانونی مساوات:** اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے لیے بھی وہی انتظامی قانون ہے جو مسلمانوں کے لیے ہے۔ تاہم کچھ قوانین میں انھیں نرمی اور آزادی حاصل ہے مثلاً غیر مسلم اپنے مذہبی قوانین پر عمل کرنے میں آزاد ہیں۔ غیر مسلم رعایا کے مذہبی معاملات میں ان کے مذہبی قانون کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

۴۔ **عبادت گاہیں:** غیر مسلم اپنی بستیوں میں عام جگہوں پر نئی عبادت گاہ تعمیر کرنے اور پرانی عبادت گاہوں کو قائم رکھنے میں آزاد ہیں۔ تاہم وہ مساجد کی مشابہت اختیار نہیں کر سکتے۔

اسلامی ریاست میں افراد کی ذمہ داریاں

اسلام جہاں افراد کو حقوق عطا کرتا ہے وہاں ان پر کچھ فرائض بھی عائد کرتا ہے۔ ریاست کے معاملے میں بھی افراد کے حقوق کے تحفظ کے ساتھ ان پر چند فرائض کا بوجھ بھی ڈالا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ ذمہ داریوں کا تعلق افراد کی ذات سے ہے اور کچھ ذمہ داریاں اجتماعی طور پر تمام لوگوں پر عائد ہوتی ہیں۔ ان میں سے چیدہ چیدہ ذمہ داریاں ذیل میں درج ہیں:

۱۔ انفرادی ذمہ داریاں

اسلامی ریاست میں فرد کی پہلی ذمہ داری قانون کا احترام ہے۔ اسے ہر جگہ پر، چاہے وہ تنہا ہو، اپنے قریبی لوگوں میں ہو یا مجمع عام میں ہو، نظم و ضبط اور قانون کی پاسداری کرنی چاہیے۔ اگر ریاست کا شہری مسلمان ہے تو اسے اسلامی طرز زندگی اور شریعت کے احکام و فرائض کی پابندی بھی لازمی کرنی ہے، کیونکہ دین اسلام اس نے اپنی مرضی سے اختیار کیا ہے۔ دینی تعلیمات اور احکامات کی پابندی سے اس میں عام قانون کی پابندی کا احساس بھی

پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حاکم اور عدالت کا احترام اور ان کی اطاعت بھی نہایت اہم ہے۔ اسلامی ریاست کے شہری کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر والوں، کمیونٹی کے افراد اور سارے معاشرے کے افراد کی اصلاح اور خیر خواہی کا جذبہ رکھے اور اسی کی روشنی میں سب سے برتاؤ کرے۔ ایک اور اہم ذمہ داری جائز معاشی سرگرمی میں حصہ لینا ہے، تاکہ ہر فرد معاشرے کے لیے مفید بن سکے اور دوسروں پر بوجھ نہ بنے۔

۲۔ **اجتماعی ذمہ داریاں**

اسلامی ریاست کے افراد کی ذمہ داریوں میں ریاست سے وفاداری سب سے اہم ہے جس میں نہ صرف قانون پر عمل درآمد کرنا شامل ہے بلکہ قانون پر عمل درآمد کروانے کی کوششوں میں ریاستی اداروں سے تعاون کرنا بھی شامل ہے۔ افراد کو چاہیے کہ وہ امن عامہ کو سبوتاژ کرنے والوں کی سازشیں ناکام بنانے کے لیے اخلاقی اور قانونی طور پر تعاون کریں۔ شہریوں کا اہم فرض وطن کے دفاع کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا اور وقتِ ضرورت ریاست کی آواز پر لبیک کہنا ہے۔ ریاست میں حکمران کے انتخاب یا کسی اور مسئلے میں رائج قوانین کے تحت اگر ان سے رائے مانگی جائے، تو وہ ضرور اس سرگرمی میں حصہ لیں اور ریاستی امور سے غافل اور بے خبر نہ رہیں۔ اسی طرح اگر ریاست کی بہتری کے لیے وہ کوئی کردار ادا کر سکتے ہیں، تو انھیں اس کے لیے ضرور کوشش کرنی چاہیے اور اس کے نظام میں بگاڑ پیدا کرنے کی ہر کوشش کی قانونی اور اخلاقی طریقے سے نفی کرنی چاہیے۔ اسلامی ریاست کے افراد کی ایک اہم ذمہ داری رواداری اور برداشت کے کلچر کو فروغ دینا ہے۔ اگر وہ مسلمانوں میں سے ہیں، تو انھیں اقلیتوں کے حقوق کا احترام کرنا چاہیے اور اگر وہ کوئی اقلیتی گروہ ہیں، تو انھیں مسلم اکثریت کے قوانین اور احساسات کا احترام کرنا چاہیے۔ اسلامی ریاست کے اصول ایک مثالی فلاحی ریاست کے قیام کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ ہمیں پُرامن سیاسی جدوجہد کے ذریعے اسلامی نظام کے مطابق ملک کا نظم و نسق بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آئین کی رو سے ہمارے ملک میں شریعت کے خلاف کوئی بھی قانون نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ قرارداد مقاصد اور آئین پاکستان کا مطالعہ اسلامی ریاست کے اصولوں سے واقفیت کے لیے بہت مفید ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں اور قانون میں جہاں کوئی بات اسلامی تعلیمات کے خلاف دیکھیں تو اس کی نشاندہی کریں۔ ہمیں چاہیے کہ دوسروں سے پہلے اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور پھر اچھائیوں کو فروغ دینے اور برائیوں کو مٹانے میں قانون کا ساتھ دیں اور سب سے پہلے "میں" کے اصول کے تحت آئین اور قانون کی پابندی کرنے کا عہد کریں۔

مشق

سوال نمبر ا۔ **مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔**

ا۔ موجودہ زمانے کی جمہوریت میں اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اکثریت کو سمجھا جاتا ہے:

الف۔ حکومت کی　　ب۔ اداروں کی　　ج۔ عوام کی　　د۔ علماء کی

۲۔ اسلامی ریاست کے قیام کا اولین مقصد حاکیت اعلیٰ کو تسلیم کرنا ہے:

الف۔ عوام کی　　ب۔ اللہ تعالیٰ کی　　ج۔ حکومت کی　　د۔ عدلیہ کی

۳۔ نظام عدل کے قیام میں بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ حیثیت رکھتا ہے:

الف۔ دل کی　　ب۔ دماغ کی　　ج۔ ریڑھ کی ہڈی کی　　د۔ جگر کی

۴۔ غیر مسلم رعایا کے مذہبی معاملات میں کس قانون کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

الف۔ اسلامی قانون کے　　ب۔ ان کے مذہبی قانون کے　　ج۔ اقوام متحدہ کے قانون کے　　د۔ عالمی قانون کے

۵۔ جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کی سرپرست ہوتی ہے:

الف۔ حکومت　　ب۔ عوام　　ج۔ عدلیہ　　د۔ فوج

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ اسلامی ریاست کے کوئی سے دو اہم اصول بیان کریں۔

۲۔ اسلامی ریاست کے افراد کی تین اہم ذمہ داریوں کو نکات کی صورت میں بیان کریں۔

۳۔ فلاحی ریاست کی دو خصوصیات تحریر کریں۔

۴۔ غیر مسلموں کے حقوق سے متعلق قرآن مجید میں کیا حکم ہے؟

۵۔ قرارداد مقاصد کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ ریاست سے کیا مراد ہے قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی ریاست کے اغراض و مقاصد بیان کریں۔

۲۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلمون کے حقوق تفصیل سے بیان کریں۔

۳۔ اسلامی ریاست کی خصوصیات تفصیل سے بیان کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- فلاحی ریاست کی ذمہ داریوں کی فہرست تیار کریں۔
- اسلامی ریاست میں افراد کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا جائزہ لے کر تبصرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- آئین پاکستان کی اسلامی شقوں کا چارٹ بنوا کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کروائیں۔
- بچوں کو قرارداد مقاصد کے بارے میں تفصیل سے بتائیں۔

ج۔ جہاد فی سبیل اللہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

قرآن وسنّت کی روشنی میں جہاد فی سبیل اللہ کے اغراض ومقاصد اور اس کے دائرہ کار کو جان کر اسلامی فلاحی ریاست کے قیام میں اپنے کردار کا جائزہ لے سکیں۔

علم	صلاحیت
• جہاد فی سبیل اللہ کے معنی اور مفہوم جان سکیں۔ • "پیغام پاکستان" کی روشنی میں جہاد فی سبیل اللہ اور فساد فی الارض (دہشت گردی) میں فرق کر سکیں۔ • قرآن وسنّت کی روشنی میں جہاد فی سبیل اللہ کی ضرورت واہمیت جان سکیں۔ • جہاد فی سبیل اللہ کی اقسام، شرائط اور اس کے دائرہ کار کو سمجھ سکیں۔ • اس بات کو سمجھ سکیں کہ عملی جہاد صرف حاکم وقت کی اجازت سے ہو سکتا ہے۔ • جہاد فی سبیل اللہ میں افراد کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا جائزہ لے سکیں۔	• اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت جان کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جدوجہد کرنے والے بن سکیں۔

جہاد فی سبیل اللہ کا معنی ومفہوم

جہاد کا لفظ "جہد" سے نکلا ہے، جس کا معنی وسعت و طاقت اور تکلیف و مشقت کے ہیں۔ اصطلاح میں نیکی و خیر کے کاموں اور دین کی سربلندی و خدمت کے لئے اپنے جان ومال اور تمام وسائل سے انتہائی کوشش کرنا اور ہر طرح کی مشقت و تکلیف کو برداشت کرنا، حتیٰ کہ جان تک کی پرواہ نہ کرنا، جہاد کہلاتا ہے۔ اسلام میں جہاد کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ سے کسی نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ جہاد کیا ہے؟ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا۔ "جہاد یہ ہے کہ تو کفار سے مقابلے کے وقت ان سے لڑے" (مسند احمد: 17027)۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے والدین کی خدمت کو بھی جہاد قرار دیا (صحیح بخاری: 3004)۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوال کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں، عورتوں پر جہاد ہے، لیکن ایسا جہاد جس میں قتال کی نوبت نہیں آتی، یعنی حج اور عمرہ"۔ (سنن ابن ماجہ: 2901)۔

ان روایات سے ہمیں اسلام میں جہاد کی حقیقت اور اس کے معنی ومفہوم کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ہاد کی فرضیت واہمیت

قرآن حکیم میں بہت سے مقامات پر رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی نصرت اور مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس نصرت اور مدد میں ہر قسم کا جہاد شامل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ (الفتح:9)

ترجمہ: تاکہ (مسلمانو!) تم اللہ اور اُس کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور اُن (رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) کی مدد کرو اور اُن (رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) کی تعظیم کرو۔

جہاں تک جہاد بالسیف کا تعلق ہے، تو ہجرت مدینہ کے بعد اس کی اجازت دی گئی کیونکہ جب اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور مسلمانوں کو ایذائیں دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی جان لینے کا منصوبہ بنایا، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت کی گئی۔ مشرکین مکہ نے ہجرت کے بعد بھی مسلمانوں کو مدینہ میں چین سے نہ رہنے دیا اور یہود کے ساتھ ساز باز کر کے مدینہ پر حملہ آور ہونے کے منصوبے بنائے۔ اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لڑائی کی اجازت دے دی، جو اس سے پہلے حاصل نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ (الحج:39)

ترجمہ: جن لوگوں پر لڑائی مسلّط کی جائے اُنھیں (جہاد کی) اجازت دی گئی ہے کیوں کہ وہ مظلوم واقع ہوئے اور بے شک اللہ ان کی مدد پر یقیناً بڑی قدرت رکھتا ہے۔

سورہ حج کی درج بالا آیت مبارکہ کے کچھ مہینوں کے بعد ہی جنگ بدر سے قبل مسلمانوں پر جہاد فرض کر دیا گیا۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے:

اور اللہ کی راہ میں (ان سے) لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرنا بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (البقرۃ:190)

دوسری آیت میں ارشاد ہے:

اور اُن سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ ہی کا ہو جائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر کوئی سختی (روا) نہیں۔ (البقرۃ:193)

لڑائی اور جنگ کے علاوہ جہاد کے اعمال میں نماز و زکوٰۃ کا نظام قائم کرنا اور نیکی کے کاموں کا حکم دینا اور برائی کے کاموں سے منع کرنا بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قتال کی اجازت دیتے وقت مؤمنین کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور بُرائی سے روکیں گے۔ (الحج:41)

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک موقع پر جہاد باللسان کو افضل جہاد قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ظالم حکمراں کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے (سنن ابوداؤد:4344)

جہاد کی فضیلت

قرآن حکیم نے جہاد کی فضیلت کو مختلف مواقع پر بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ سورہ توبہ میں ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ (التوبۃ:۲۰)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے وہ اللہ کے نزدیک درجے میں زیادہ عظیم ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

اسی طرح متعدد احادیث میں بھی جہاد کے راستے میں نکلنے، مال خرچ کرنے اور جان پیش کرنے کی فضیلت آئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے فرمان کا مفہوم ہے کہ اس (دین) کی اصل اسلام ہے، نماز اس کا ستون ہے اور جہاد اس کی چوٹی ہے۔ (جامع ترمذی: 524)۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا۔ ترجمہ: "کوئی شخص ایسا نہیں جو جنت میں داخل ہونے کے بعد واپس دنیا میں لوٹنے کی خواہش کرے، اگرچہ اسے دنیا کی ہر چیز دینے کی پیش کش کر دی جائے، مگر شہید، وہ دس بار یہ چاہے گا کہ دنیا میں واپس آئے اور اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ اللہ کے ہاں اپنے اجر کو دیکھنے کی وجہ سے ہوگا"۔ (صحیح بخاری: 2817)

جہاد کی اقسام

اسلام میں جہاد کا تصور بہت وسیع ہے۔ ذیل میں اس کی اہم اقسام کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱۔ جہاد بالسیف: اس سے مراد دین اور وطن کے دفاع کے لیے لڑائی میں حصہ لینا ہے، اسے بدنی جہاد بھی کہا جاتا ہے۔ جہاد کی یہ صورت اللہ کے نزدیک سب سے افضل ہے اور اس کا بہت زیادہ اجر ہے کیونکہ اس میں انسان اپنی جان کو دین کے دفاع کے لیے پیش کرتا ہے۔ اس راستے میں اگر اس کی جان چلی جائے تو وہ شہید کہلاتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ مجاہد اگر جنگ میں سرخرو ہو جائے اور زندہ بچ کر واپس آئے تو اسے غازی کا معزز لقب ملتا ہے اور اس کے لیے بھی بہت زیادہ اجر ہے۔

۲۔ جہاد بالنفس: جہاد بالنفس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد کرے اور شریعت کے احکامات کی پابندی کرنے اور برے خیالات کو ترک کرنے کے لیے اپنے نفس کو مجبور کرے۔ اچھے اخلاق کو اختیار کرے اور شریعت نے جو احکامات دیے ہیں، انھیں احسن طریقے سے بجا لانے کی کوشش کرے۔ ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو نفس کے خلاف مجاہدہ کی ترغیب دیتے ہوئے اسے جہاد اکبر کے نام سے تعبیر کیا۔ (کنز العمال: 11779)۔

۳۔ جہاد بالمال: جہاد بالمال میں انسان دین اسلام اور نیکی کے فروغ کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ قرآن حکیم نے متعدد مواقع پر مالی جہاد کا بدنی جہاد کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، کیونکہ انسان مال سے بہت محبت کرتا ہے اور اس وجہ سے یہ جہاد انسان کو بہت مشکل لگتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: بے شک ایمان والے تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) پر ایمان لائے پھر کسی شک میں نہ پڑے اور انھوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔ (الحجرات: 15)

۴۔ جہاد باللسان والقلم: اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان اور قلم سے دین کی اشاعت و تبلیغ کا حق ادا کرے۔ اسے چاہیے کہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے میں تحریر و تقریر کو ذریعہ بنائے، یا جدید ذرائع ابلاغ کی مدد سے دین کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈا کا جواب دے اور دین کی خوبیاں اجاگر کرے، اسے لسانی جہاد کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے زبان سے جہاد کے متعلق فرمایا ''مشرکین سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو'' (سنن ابو داؤد: 2504)۔ اسی طرح کفار کے پروپیگنڈا کا جواب اشعار کے ذریعے سے دینے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور فرمایا کہ بے شک مومن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی (صحیح ابن حبان: 4707)۔ دین و دنیا کا علم حاصل

کرنا اور اس کے ذریعے سے انسانیت، اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنا بھی جہاد ہے اور اسے علمی جہاد کا نام دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں علماء کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔

جہاد اور دہشت گردی۔ پیغام پاکستان

جہاد میں سب سے افضل جہاد بالسیف ہے۔ تاہم اس سلسلے میں احتیاط کی ضرورت ہے، کیونکہ جہاد بالسیف سب پر فرض نہیں ہے اور نہ ہی کسی اسلامی ریاست یا معاشرے میں افراد یا گروہ اپنی مرضی سے اس کا اعلان کر سکتے ہیں، بلکہ یہ ریاست کا حق اور اس کی ذمہ داری ہے۔ جہاد بالسیف اسلامی ریاست پر حملہ کی صورت میں اس کے دفاع میں کیا جاتا ہے۔ نیز کسی خطہ میں مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کی کوشش کے خلاف یا ان کے علاقوں پر قبضہ کرنے یا ان کو دین سے پھیرنے کے لیے طاقت کے استعمال کرنے کے خلاف کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے جید علماء نے جہاد کو قتل و غارت گری سے جوڑنے کی کوششوں اور جہاد کے نام پر ملک میں ہونے والی دہشت گردی کو باطل قرار دیا ہے اور ایک متفقہ فتوی جاری کیا، جس پر ہر مسلک اور طبقہ فکر کے اٹھارہ سو (۱۸۰۰) علماء نے دستخط کیے ہیں۔ اس میں جہاد کے رہنما اصول بیان کیے گئے ہیں، ہمیں اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کی رو سے معصوم شہریوں کا خون بہانا اور اسلحہ لے کر ریاست کے خلاف لڑائی کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ فرقہ واریت کو فروغ دینے، امن کے ماحول کو خراب کرنے غیر مسلم شہریوں اور مسافروں یا سیاحوں پر حملہ آور ہونے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نام پر شہریوں کا قانون کو ہاتھ میں لینا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ علماء کی متفقہ رائے کے مطابق ریاست پاکستان کے شہریوں کا فرض ہے کہ وہ ریاست کے قومی میثاق اور معاہدوں کا احترام کریں کیونکہ یہی دین کی تعلیمات کا تقاضا ہے۔

جہاد کا تصور اپنی وسعت کے ساتھ ہم سے زندگی کے ہر شعبہ میں محنت اور جدوجہد کا تقاضا کرتا ہے۔ والدین کی خدمت، اساتذہ کا احترام، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت، برائیوں سے بچنا اور نیکیوں کے لیے کوشش کرنا، نماز روزہ کی پابندی کرنا، اپنے اخلاق کو خوبصورت بنانا اور تعلیم پر توجہ دینا، سب جہاد ہی کی صورتیں ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اسلام کی خوبیوں سے مزین ہوں اور دین کی خدمت کے لیے اس کی تعلیمات کا مطالعہ کریں اور اس پر عمل کریں۔ ہمیں وطن کے دفاع کے لیے اپنے جان و مال کی قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ چاہے افواج پاکستان میں شامل ہو کر سرحدوں کی حفاظت کریں یا ملک کے کسی بھی ادارے میں شامل ہو کر اس کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ یہ سب جہاد ہے اور اصل چیز اللہ کی رضا، خیر خواہی اور قوم و وطن کی خدمت ہے۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ **مناسب ترین جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔**

۱۔ جہاد بالسیف کی اجازت دی گئی:

الف۔ ہجرت حبشہ کے بعد　　ب۔ ہجرت مدینہ کے بعد　　ج۔ فتح مکہ کے بعد　　د۔ سفر طائف کے بعد

۲۔ قرآن حکیم نے متعدد مواقع پر بدنی جہاد کے ساتھ ذکر فرمایا ہے:

الف۔ مالی جہاد کا　　ب۔ جہاد بالقلم کا　　ج۔ جہاد بالنفس کا　　د۔ جہاد بالسیف کا

۳۔ نبی اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کے اپنے نفس کے خلاف مجاہدہ کو کس نام سے تعبیر کیا:

الف۔ لسانی جہاد　　ب۔ علمی جہاد　　ج۔ جہاد بالسیف　　د۔ جہاد اکبر

۴۔ دہشت گردی کے خلاف متفقہ فتویٰ کے مطابق امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے نام پر شہریوں کا قانون ہاتھ میں لینا ہے:

الف۔ درست　　ب۔ مطلوب　　ج۔ ناجائز　　د۔ افضل

۵۔ اس دین کی اصل اسلام ہے، نماز اس کا ستون ہے اور جہاد اس کی ہے:

الف۔ جڑ　　ب۔ چوٹی　　ج۔ بنیاد　　د۔ قوت

سوال نمبر ۲: درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں۔

۱۔ جہاد کا اصطلاحی معنی بیان کریں۔

۲۔ جہاد بالسیف کی اجازت کب اور کیوں دی گئی۔

۳۔ حدیث مبارکہ میں کسی شہید کی جنت سے دنیا میں لوٹنے کی خواہش کو کس طرح بیان کیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ جہاد کی اقسام تفصیل سے بیان کریں۔

۲۔ جہاد فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے، جہاد کی فرضیت قرآن پاک کی آیات کے حوالے سے بیان کریں۔

۳۔ پیغام پاکستان کے نام سے جاری ہونے والے فتویٰ کی روشنی میں جہاد کے متعلق پائے جانے والے غلط تصور کو تفصیل سے بیان کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- اسلامی تاریخ میں سے دس بڑے غزوات کی فہرست تیار کریں جس میں ان غزوات کے نام، مقام، سپہ سالار، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد، کفار کی تعداد اور نتائج کا ذکر ہو۔
- جہاد کی فضیلت پر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ مع ترجمہ پر مشتمل چارٹ بنائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- پیغام پاکستان کے ضمن میں دیے گئے متفقہ فتویٰ کے نمایاں نکات کمرا جماعت میں سنائے جائیں۔
- جہاد کی اقسام پر کمرا جماعت میں مذاکرہ کروائیں۔